حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کے اقتباسات کی روشنی میں تبتّل الی اللہ کا بیان

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20 نومبر 1998ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انورؒ نے درج ذیل آیت کریمہ کی تلاوت کی:

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ۝ (المزمل:9)

پھر فرمایا:

یہ وہ مضمون ہے جو گزشتہ جمعہ سے جاری ہے اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک اقتباس میں پڑھ رہا تھا جب کہ وقت ختم ہو گیا تو آج اس کے بقیہ حصّہ ہی سے میں خطبہ کا آغاز کرتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''اور محض گمنام تھا اور ایک فرد بھی میرے ساتھ تعلق نہیں رکھتا تھا مگر شاذونادر ایسے چند آدمی جو میرے خاندان سے پہلے ہی سے تعارف رکھتے تھے۔ اور یہ وہ واقعہ ہے کہ قادیان کے رہنے والوں میں سے کوئی بھی اس کے برخلاف شہادت نہیں دے سکتا۔ بعد اس کے خدا تعالیٰ نے اس پیشگوئی کے پورا کرنے کے لئے اپنے بندوں کو میری طرف رجوع دلایا اور فوج در فوج لوگ قادیان میں آئے اور آرہے ہیں اور نقد اور جنس اور ہر ایک قسم کے تحائف اس کثرت سے لوگوں نے دئے اور دے رہے ہیں جن کا میں شمار نہیں کرسکتا۔''

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ:262)

یہ آغاز نبوت کا حال ہے اور ہر نبوت اسی طرح آغاز فرماتی ہے اس میں کوئی استثنا آپ نہیں دیکھیں گے۔ جتنے بھی انبیاء علیہم السلام گزرے ہیں ان کا بچپن میں اپنا یہی حال ہوا کرتا تھا اور گوشۂ گمنامی سے خدا اُن کو کھینچ کر نکالتا ہے۔ نبوت کے بعد بھی ایک قسم کا گوشۂ گمنامی پیدا ہو جاتا ہے ان لوگوں کے لئے جو نبی کے گرد اکٹھے ہوتے ہیں مگر اُس گوشۂ گمنامی میں اور اِس میں ایک فرق ہے۔ یہاں خدا کی نظرِ انتخاب پڑنے سے پہلے جو لوگ نبی بنائے جاتے ہیں ان کا حال ہے لیکن نبوت کے بعد پھر یہی سلسلہ دوبارہ خلافت میں بھی شروع ہو جایا کرتا ہے۔ اس کی چند مثالیں میں آپ کے سامنے رکھوں گا مگر اس کو نبوت سے تشبیہ دینا جائز نہیں، نہ نبوت سے اس کی تعبیر کی جاسکتی ہے کیونکہ دونوں چیزوں میں بہت فرق ہے۔ بہر حال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہ اقتباس پڑھتے ہوئے میں جماعت کو یہ متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ فرمایا: ”فوج درفوج لوگ قادیان میں آئے اور آرہے ہیں۔“ یہ جو سلسلہ ہے فوج در فوج آنے کا یہ سلسلہ جاری و ساری ہے۔ آج جو جماعت احمدیہ مشاہدہ کر رہی ہے کہ واقعۃً فوجوں کی طرح لاکھوں کی تعداد میں بعض ممالک میں احمدی بن رہے ہیں، جماعت میں داخل ہو رہے ہیں یہ کوئی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت سے الگ سلسلہ نہیں ہے۔ وہی سلسلہ ہے جو مسلسل جاری ہے اور بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ اس لئے کوئی غلط فہمی یہ نہیں ہونی چاہئے کہ ہمارے زمانہ میں تو معاملہ اور بڑھ گیا ہے۔ یہ ایک ہی زمانہ ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ اور آپ کے زمانہ میں جو پیشگوئیاں شروع میں ظاہر ہونی شروع ہوئی ہیں وہ تدریجاً اور نسبتاً زیادہ تیز رفتار سے آگے بڑھتی رہی ہیں اور یہ رفتار آئندہ زمانوں میں اللہ بہتر جانتا ہے کہ کتنی قوت اور شدت اختیار کرلے گی مگر جو کچھ بھی ہوا ہے یہ اللہ کا احسان ہے اور اس احسان کے تابع ہماری گردنیں جھکی رہنی چاہئیں کیونکہ تقریباً ایک سو سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے دوبارہ ان چیزوں میں اسی طرح تیزی پیدا کردی جس طرح پہلے زمانہ میں پیدا فرمائی تھی اور جو ہم نے دیکھا ہے فوجوں کا نظارہ، یہ قسمت سے قوموں کو دکھایا جاتا ہے۔

پس جماعت احمدیہ کا تکبّر کا تو کوئی مقام ہی نہیں، نعوذ باللہ من ذلك. وہ تو شیطان کا کام ہے مگر فخر و مباہات بغیر تکبّر کے بھی کسی طرح بھی درست نہیں۔ سر جھکنا چاہئے ان کامیابیوں پر۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی سر جھکتا ہی رہا۔ آنحضرت ﷺ کا سر ہر بڑی کامیابی پہ اور بھی

زیادہ جھک جایا کرتا تھا یہاں تک کہ جب فتح مکہ کے وقت حضور اکرم ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو کجاوے سے سر لگ گیا تھا، جھکتے جھکتے وہیں سجدہ کیا ہوا تھا۔ تو یہ ایک مومن کی غیر مومن سے ایک امتیازی شان ہے۔ مومن کو جب اللہ تعالیٰ کامیابیاں عطا فرماتا ہے تو اس کا سر اور بھی جھک جاتا ہے۔ کافر کو جب کامیابیاں عطا کرتا ہے یا کافر سمجھتا ہے کہ مجھے خود اپنے زور بازو سے کامیابیاں نصیب ہو رہی ہیں تو اس کا سر اور اکڑنے لگتا ہے۔ مومن کا سر اُٹھتا ہے تو خدا کے حضور نہیں، بعض دفعہ رسول اللہ ﷺ بھی سر اونچا کر کے خود چلے اور لوگوں کو چلنے کی تلقین فرمائی وہ غیروں پر اس اظہار کے لئے کہ خدا نے دیکھو ہمیں کیسا اعزاز بخشا ہے ورنہ نفس بہر حال بچھا ہی رہتا ہے اور ہمیشہ کامیابیوں کے بعد اور بھی زیادہ بچھتا ہی چلا جاتا ہے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو یہ فرمایا: ”آرہے ہیں اور نقد اور جنس اور ہر ایک قسم کے تحائف اس کثرت سے لوگوں نے دئے اور دے رہے ہیں جن کا میں شمار نہیں کر سکتا۔“ اب جو یہ سلسلہ بڑھ گیا ہے اس میں تو واقعی آدمی حیران رہ جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکتیں کس طرح جاری ہیں۔ اور یہ سلسلہ جو ہے مختلف ملکوں سے، مختلف دُنیا سے تحائف کے آنے کا سلسلہ یہ کسی شمار میں نہیں آسکتا اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی وہ شان ہے جو نبیوں پر اور نبیوں کے غلاموں پر ظاہر کیا کرتا ہے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

> ”میں ایک زاویہ گمنامی میں مستور و محجوب تھا اور میرے ساتھ ایک بھی انسان نہ تھا اور نہ کسی کو توقع تھی کہ مجھے یہ مرتبہ ملے گا۔“

زاویہ جو دو خطوط، دو لکیریں ایک دوسرے سے الگ ہوتی ہیں، ایک مرکز سے تو یہ کونہ جو ہے اس کو زاویہ کہتے ہیں اور سارے اس عرصے میں جب کہ دو خطوط ایک دوسرے سے جدا ہوتے چلے جاتے ہیں سب سے تنگ زاویہ ہوا کرتا ہے تو اس لئے اُردو میں زاویہ کا محاورہ ایک الگ سی جگہ بالکل خاموش سی جگہ شمار کی جاتی ہے ویسے زاویہ تو Angle کو کہتے ہیں مگر یہاں زاویہ سے مراد گوشۂ تنہائی ہے۔ ایک انسان اگر چھپنا چاہے تو چھپتے چھپتے زاویے سے آگے تو نہیں نکل سکتا۔ تو مراد یہ ہے کہ ایسا عزلت نشین تھا، ایسا تنہائی پسند تھا کہ جس حد تک مجھے توفیق تھی میں ایک کونے میں چھپا رہتا تھا۔ ”اور میرے ساتھ ایک بھی انسان نہ تھا اور نہ کسی کو توقع تھی۔“ یہ بھی ایک یاد رکھنے والی بات ہے کہ

بعض لوگ جب کسی شخص سے توقع رکھتے ہیں کہ یہ بڑا بن جائے گا یا بڑا اُن کی نظر میں ہو گیا ہو تو اس کے گرد ہجوم اکٹھا ہو جایا کرتا ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کوئی ایسا کمال ظاہر کر کے منتشر نہیں کیا جس کے نتیجے میں لوگوں کو یہ توقع ہو کہ یہ بڑا آدمی بننے والا ہے، اس لئے ابھی سے اس کے گرد اکٹھے ہو جاؤ۔ اور جو بڑا آدمی بنتے ہوئے دیکھ کر اس کے گرد اکٹھے ہوا کرتے ہیں ان میں خلوص ہوتا ہی نہیں وہ دراصل اس کی بڑائی نہیں بلکہ اپنے نفس کی بڑائی کے لئے اکٹھے ہوا کرتے ہیں۔ اس لئے یہ بھی اللہ کی شان ہے کہ سلسلۂ نبوت کو اس طرح جاری فرماتا ہے کہ صرف مخلصین اکٹھے ہوں۔ اور جن کو اپنے نفوس کی پرواہ ہے اور بنی نوع انسان یا اللہ کی پرواہ نہیں وہ اکٹھے ہوتے ہی نہیں ان کو اپنے کام سے کام ہے اس شخص کو تنہا الگ پڑا رہنے دیتے ہیں۔ تو فرمایا:

”نہ کسی کو توقع تھی کہ مجھے یہ رتبہ ملے گا بلکہ میں خود اس آئندہ شان وشوکت سے محض بے خبر تھا۔ (وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ ایک شان وشوکت میرے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے بنائی جائے گی) اور سچ تو یہ ہے کہ میں کچھ بھی نہ تھا۔“

یعنی، شان وشوکت، کہتے ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جذبۂ انکساری نے اس بات کو کھول دیا کہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ کوئی ایسی شان وشوکت ہے جو مجھے اپنی طاقتوں، اپنی صلاحیتوں کی وجہ سے ملی ہے۔ فرمایا:

”میں کچھ بھی نہیں تھا بعد میں خدا نے محض اپنے فضل سے نہ میرے کسی ہنر سے مجھے چن لیا۔ میں گمنام تھا مجھے شہرت دی اور اس قدر جلد شہرت دی کہ جیسا کہ بجلی ایک طرف سے دوسری طرف اپنی چمکار ظاہر کر دیتی ہے۔“

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ: 347)

اب دیکھ لیجئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمانا کہ نہ میرے کسی ہنر سے مجھے چن لیا۔ یہ ہُنر تو تھا مگر ان معنوں میں ہُنر نہیں جن معنوں میں دُنیا ہُنر سمجھتی ہے۔ آپؑ کا ہُنر تقویٰ تھا لیکن دُنیاوی علوم آپؑ کو کیا حاصل تھے؟ ایک معمولی استاد سے جو دیہات کا استاد ہوتا ہے! آپؑ نے چند اسباق کچھ عرصہ تک پڑھے تھے اور اس کے نتیجہ میں جو وجود نکلا ہے وہ تمام دُنیا میں عربی کا چیلنج دینے والا اور فصاحت و بلاغت میں ایک حیرت انگیز کمال دکھانے والا انسان نکلا ہے۔ عربی آپؑ کا کلام

دیکھ لیں پھر فارسی کلام دیکھ لیں ، پھر اُردو کلام دیکھ لیں۔ پنجاب کے دیہات کا ایک بچہ اس شان کا زبان دان بن جاتا ہے کہ بہت بڑے بڑے اُس زمانہ کے اُردو لکھنے والوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال پر لکھا کہ آپؑ کے قلم میں تو جادو تھا، آپؑ کی مٹھیاں جیسے بیٹری کی تاروں کی مٹھیاں ہوں ان کے ہاتھوں میں طاقتیں تھمائی گئی تھیں اور جب لکھتے تھے تو ایک لکھنے والے نے لکھا کہ بلندیٔ ہند میں کوئی ایسا لکھنے والا نہیں۔

اب آپ سوچ لیں کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ''مجھ میں کوئی ہنر نہیں تھا'' تو بالکل سچ فرما رہے ہیں۔ ایسے بچے کو جو ایک دیہاتی ماحول میں پلا ہو اس قدر زبان دانی، ایسا حیرت انگیز کمال ہو کہ آپؑ کے بعض اشعار ایسے ہیں بلکہ اکثر اشعار اگر آپ غور کریں تو ایسے ملیں گے کہ وہ آج بھی پڑھیں تو لگتا ہے ابھی زندہ ہیں، دھڑک رہے ہیں۔ جتنا آپ غور کریں مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام پر اتنا ہی آپ اس بات کو محسوس کریں گے کہ اور کسی کلام میں یہ بات نہیں ہے۔ نثر کا ہو یا نظم کا اس کلام کی زندگی الگ ہے۔ وہ دھڑکتا ہوا زندہ وجود ہے ایسا کلام جس پہ کبھی موت نہیں آیا کرتی۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب یہ کہتے ہیں خدا کے حضور کہ میرے پاس کوئی ہنر نہیں تھا مجھے چن لیا تو بالکل درست ہے واقعۃً کوئی ہنر نہیں تھا مگر ایک ہنر تھا جو تقویٰ تھا۔ اللہ کا خوف، اللہ سے محبت اور یہ بہت بڑا ہُنر ہے۔ تو تمام وہ احمدی جو چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہُنر عطا کرے، ان کو یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ تقویٰ کے بغیر کبھی کوئی ہُنر نہیں مل سکتا۔ خصوصاً ایسے لوگوں کو جن کی تمنائیں اور اُمنگیں سب دین سے وابستہ ہوں، اللہ کی ذات سے تعلق رکھتی ہوں۔ تو آپ میں سے سب کو تقویٰ کی تلاش کرنی چاہئے، تقویٰ ہی پر زور دینا چاہئے اور تقویٰ نصیب ہو جائے تو سب کچھ نصیب ہو گیا کیونکہ تقویٰ مل جائے تو پھر اللہ مل جاتا ہے اور اللہ مل جائے تو پھر اور کیا باقی رہ جاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''جے توں میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو۔''

(البدر جلد 2 نمبر 16 صفحہ: 123 مؤرخہ 8 مئی 1903ء)

کہ اگر تو میرا ہو جائے تو سارا جگ تیرا ہے۔ تیرے پاس اور کیا رہ جائے گا جو تیرا نہیں ہے، ساری دُنیا تیری ہو جائے گی۔ تو یہ گُر ہے خدا تعالیٰ کے ہو جانے کا مگر یہ خاص بات پیش نظر رہنی چاہئے کہ جو خدا

کے ہوتے ہیں ان کو دنیا کی پرواہ بھی نہیں ہوتی۔ دنیا ملتی ہے اس طرح کہ ٹھونسی جاتی ہے ان پر۔ دنیا کی خواہش کی وجہ سے وہ خدا سے نہیں ملا کرتے۔ خدا کی خواہش کی وجہ سے دنیا ان سے ملتی ہے۔ یہ دو چیزوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ بعض لوگ اس لئے ملتے ہیں کہ وہ جانتے ہیں کہ اس کے ملنے سے خدا ملے گا اور اس کے ساتھ ان کا جو کچھ ہے وہ سب حاضر کر دیتے ہیں۔ تو یہ دو رُخ ہیں ان کو سمجھنا چاہئے۔ ایک خدا کی طرف رُخ ہے ایک دنیا کی طرف رُخ ہے۔ جس کا دنیا کی طرف رُخ ہوگا اگر وہ چاہے کہ خدا مل جائے اور پھر مجھے دنیا ملے تو ہمیشہ نامراد رہے گا، ناکام رہے گا۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم (منشی گھنشیام لال عاصی دہلوی)

ان کو کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا اور جو واقعۃً خدا چاہتا ہے اور دُنیا کی ادنیٰ بھی لگن نہیں رکھتا یا نیت نہیں رکھتا کہ مجھے دُنیا ملے اسے اللہ تعالیٰ ضرور دُنیا عطا کیا کرتا ہے مگر اس طرح کہ دُنیا سے اس کا تعلق ایک سرسری سا تعلق ہے کبھی بھی وہ اس کا مقصود نہیں بنتی۔ یہ امور ہیں جنہیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی مضمون میں مزید واضح فرماتے چلے جا رہے ہیں۔ ’’میں گمنام تھا مجھے شہرت دی اور اس قدر جلد شہرت دی کہ جیسا کہ بجلی ایک طرف سے دوسری طرف اپنی چمکار ظاہر کر دیتی ہے۔‘‘ اس اقتباس کو پڑھ کے مجھے ہمیشہ MTA یاد آتا ہے کہ کس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصویر اور آپؑ کا ذکر واقعۃً بجلی کی چمکار کی طرح کُل عالَم میں پھیل رہا ہے اور ایک لمحے سے بھی کم عرصے میں آپؑ کی آواز، آپؑ کا کلام، آپؑ کا ذکر، آپؑ کے صحابہؓ کا ذکر یہ ساری دنیا میں پھیل جاتا ہے اور الفاظ خدا تعالیٰ نے آپؑ کی زبان سے ایسے نکال دئے جنہوں نے لازماً پورا ہونا تھا ورنہ اس زمانے میں ’’جیسا کہ بجلی ایک طرف سے دوسری طرف اپنی چمکار ظاہر کر دیتی ہے۔‘‘ ظاہری طور پر اس طرح نہیں تھا۔ شہرت بہت نصیب ہوئی لیکن بجلی کی چمکار والی بات میرے نزدیک خدا نے آپؑ کے منہ سے کہلوائی اور جو مستقبل میں لازماً پوری ہونی تھی۔

’’اور میں نادان تھا مجھے اپنی طرف سے علم دیا۔ (اس میں کوئی شک نہیں سارا علم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ ہی کی طرف سے عطا ہوا ہے) اور میں کوئی مالی وسعت نہیں رکھتا تھا اس نے کئی لاکھ روپے کی میرے پر فتوحات کیں۔‘‘

اب اُس زمانہ کے کئی لاکھ روپے اب ارب روپے بن چکے ہیں، وہی سلسلہ ہے۔ ویسے تو جو روپے دُنیا میں لگائے جائیں وہ بچے نہیں دیتے۔ یہی تعریف آنحضرت ﷺ نے روپے کی کی کہ روپے بچے تو نہیں دیا کرتے اس لئے سود کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اگر بینک میں پڑے رہیں گے تو بیکار بیٹھے بیٹھے بچے کیسے دیدیں گے۔ کم تو ہو جایا کرتے ہیں Inflation وغیرہ کی وجہ سے مگر بڑھا نہیں کرتے لیکن یہ ایک مضمون ہے جو سود کی مناہی کی حکمت سمجھانے کے لئے تھا مگر آنحضرت ﷺ کے دوسرے کلام سے اور قرآن کریم کے اسی مضمون سے جو سود سے تعلق رکھتا ہے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ جو خدا کو دیا جائے اور وہ سود پر نہ لگایا جائے وہ ضرور بچے دیتا ہے اور بعض دفعہ اتنا بڑھتا ہے کہ سنبھالا نہیں جاتا۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جو وہ چند روپے، لاکھ روپے تھے جو خدا کی خاطر آپ کو دئے گئے وہ ضرور پھلے اور پھولے ہیں۔ انہوں نے بے انتہا بچے دئے ہیں اور آج جو ہم ریل پیل دیکھ رہے ہیں جماعت میں دولتوں کی، انبار لگے ہوئے ہیں یہ سب اسی کی برکت ہے۔ میں نے کئی دفعہ ذکر کیا ہے شکر یاد دلانے کی خاطر پھر کرتا ہوں کہ اتنے بڑے بڑے کام جماعت کو توفیق مل رہی ہے کرنے کی مگر ایک کام بھی روپے کی کمی کی وجہ سے نہیں رُکا۔ حیرت انگیز سلوک ہے اللہ کا کہ کام ذہن میں آتا ہے کہ یہ کام ہونا چاہئے اور روپوں کی بارش شروع ہو جاتی ہے۔ بہت سی ایسی تحریکات ہیں جن کا جماعت کو پتا بھی نہیں ان کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔ کاموں کا سلسلہ خدا پھیلا رہا ہے اور ساتھ ضروریات خود بخود پوری کرتا چلا جا رہا ہے تو جو روپوؤں کی فتوحات ہیں یہ ہے مراد اس سے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کلام بہت فصیح و بلیغ ہے ورنہ ایک انسان کہہ سکتا ہے کہ مجھے کئی لاکھ روپے دئے۔ دیکھیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ نہیں فرمایا۔ فرمایا ہے: ’’اس نے کئی لاکھ روپے کی میرے پر فتوحات کیں۔‘‘ بہت گہرا جملہ ہے۔ ’’میرے پر فتوحات کیں۔‘‘ مراد یہ ہے کہ دل فتح ہوئے ہیں تو یہ روپے آئے ہیں۔ جو فتوحات مجھے دُنیا میں نصیب ہوئی ہیں لوگوں کے دل جیتے گئے، لوگوں کے دل اس طرف پھیرے گئے، کثرت سے لوگ سلسلہ میں داخل ہوئے یہ فتوحات ہیں جن کے نتیجہ میں روپے آئے ہیں اور جتنی فتوحات بڑھتی چلی جائیں گی اتنا ہی اسی قسم کا پاکیزہ روپیہ آتا چلا جائے گا۔

''اور میں اکیلا تھا اور اس نے کئی لاکھ انسانوں کو میرے تابع کر دیا۔''

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح اب جماعت کو دیکھ کر کتنا خوش ہوگی کہ کئی کروڑ کا دعویٰ کر سکتے ہیں آپ اور آئندہ مجھے دکھائی دے رہا ہے کہ وہ زمانہ دور نہیں کہ کئی ارب کا دعویٰ کر سکیں گے اور میں اُمید رکھتا ہوں کہ یہ صدی اختتام تک نہیں پہنچے گی جب تک جماعت کو اللہ تعالیٰ کروڑوں سے اربوں میں داخل نہ کر دے۔ یہ مولوی کیا چیز ہیں ان کی تو حیثیت ہی کچھ نہیں بے چاروں کی۔ صرف جلن، صرف حسد۔ کچھ بھی ان کے حصّہ میں نہیں۔ اور جماعت کو اللہ تعالیٰ فتوحات پر فتوحات عطا فرماتا چلا جا رہا ہے۔

''اور زمین و آسمان دونوں میں سے میرے لئے نشان ظاہر فرمائے۔''

اب یہ نشانوں کا سلسلہ ہے جو ان فتوحات کو آگے بڑھایا کرتا ہے اور یہ نشانات ایسے ہیں جن کا تعلق ہر احمدی کی ذات سے ہے۔ جو بھی سچا احمدی ہے وہ اپنے دل کو ٹٹول کر دیکھ لے اس کو خدا نے ضرور کوئی نشان دکھائے ہیں یا اس کی دعاؤں کے طفیل یا اس کے حق میں قبول ہونے والی دعاؤں کے طفیل۔ کئی طرح سے خدا تعالیٰ نشان دکھاتا ہے اور لکھوکھہا ایسے احمدی ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے اپنے وجود کا ثبوت اپنے نشانات کے ذریعہ دیا اور اس ثبوت سے بڑھ کر، اس سے بہتر اور کوئی ثبوت نہیں ہوا کرتا۔

''میں نہیں جانتا کہ اس نے میرے لئے یہ کیوں کیا۔ (سب کے بعد آخر یہ فرمار ہے ہیں) میں نہیں جانتا کہ اس نے میرے لئے یہ کیوں کیا کیونکہ میں اپنے نفس میں کوئی خوبی نہیں پاتا۔''

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ: 347)

اس کا مطلب بظاہر تو یہ بات ایسی لگتی ہے جو درست نہیں، میں نہیں جانتا کہ کیوں کیا۔ آپؑ جانتے تھے کہ اللہ سے مجھے محبت سہی، ہمیشہ سے محبت تھی، ہمیشہ رہے گی، محمد رسول اللہ ﷺ سے محبت تھی اور رہے گی۔ یہی وجہ ہے کہ آپؑ کو کشوف میں دکھا بھی دی گئی یہ وجہ کہ یہ وجہ ہے جو تجھے چن لیا ہے۔ تو جس بات کا انکار ہے وہ یہ ہے کہ میں اپنے نفس میں کوئی خوبی نہیں پاتا۔ اپنے نفس کی وہ خوبی جو دُنیاوی فتوحات کا موجب بنا کرتی ہے اس کا انکار ہے دراصل، اپنے آپ کو نہ عالم سمجھتے تھے، نہ زبان دان سمجھتے تھے، نہ کسی قسم کی سیاست سے آپ کا کوئی تعلق تھا تو دُنیا میں تو یہی چیزیں ہوا کرتی ہیں جن

کے نتیجہ میں فتوحات نصیب ہوا کرتی ہیں۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یہاں کہہ رہے ہیں میں نہیں جانتا، تو محض یہ مراد ہے ورنہ خدا کی محبت اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت جس کے نتیجہ میں یہ سب کچھ عطا ہوا اس کا تو آپؑ کو علم تھا بہرحال۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

مجھ کو کیا ملکوں سے میرا ملک ہے سب سے جدا
مجھ کو کیا تاجوں سے میرا تاج ہے رِضوانِ یار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ: 141)

مجھے ملکوں سے کیا غرض ہے، مجھے کوئی دلچسپی نہیں، ''میرا ملک ہے سب سے جدا۔'' اب اس کے باوجود جماعت احمدیہ کو ملکوں سے کیوں غرض ہے؟ یہ میں آپ کو سمجھا دینا چاہتا ہوں۔ ہمیں ان ملکوں سے دلچسپی ہے جن میں احمدیت پھیلے تو ایک جُدا ملک بن جائے۔ وہ ملک نہ رہیں جن کو دُنیا ملک کہا کرتی ہے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کہتے ہیں: ''میرا ملک ہے سب سے جُدا۔'' تو جتنے ملکوں میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے والے بنتے چلے جارہے تھے ان کا ملک بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح ایک جُدا ملک بنتا چلا جارہا تھا۔ تو بعض لوگ شاید تعجب کریں کہ ہم جو باتیں کرتے ہیں ایک سو ساٹھ ملکوں میں پھیل گئے، اتنے ملکوں میں پھیل گئے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کی مخالفت تو نہیں ہو رہی کہیں، نعوذباللہ من ذلك، ہرگز نہیں۔ اس لئے کر رہے ہیں تا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جدا ملک ساری دنیا پہ چھا جائے۔ مشرق کے ایک کنارے سے مغرب کے دوسرے کنارے تک اور پھر مشرق تک ایک ہی ملک ہو جو سب سے جدا ہو جو اللہ کا ملک ہے اور وہی تاج مانگتے ہیں جو رضوانِ یار کا تاج ہے۔ ''مجھ کو کیا تاجوں سے میرا تاج ہے رضوانِ یار۔'' اگر ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ توفیق حاصل کرلیں یعنی جماعت احمدیہ کوشش کے ذریعہ، محنت کے ذریعہ، خلوص کے ذریعہ، مسلسل قربانی کے ذریعہ، ان تھک محنتوں سے اور صبر کے ساتھ یہ مقام حاصل کرلے کہ سب دنیا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بادشاہی ہو جائے یا دوسرے لفظوں میں اسی کا دوسرا نام ہے اللہ کی بادشاہی ہو جائے کیونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تاج وہ تاج ہے جو رضوانِ یار کا تاج آپ کے سر پر رکھا گیا ہے۔ جب ہم کہتے ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی بادشاہی ہو تو ہرگز مراد نہیں کہ وہیں رک جاتے ہیں سوائے اس کے کوئی معنی ذہن میں آ ہی نہیں سکتا کہ اللہ کی بادشاہی ہو۔ پس اس پہلو سے جب رضوانِ یار کا تاج مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سر پر رکھا جائے گا تو یہی وہ تاج ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر پر خدا تعالیٰ نے رکھا تھا اور وہی تاج ورثے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نصیب ہوا مگر ورثے میں کہہ تو سکتے ہیں مگر نہیں بھی کہہ سکتے، کیونکہ عملاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی تاج ہے جس نے آگے بڑھنا ہے، جس کی فرمانروائی نے پھیلتے چلے جانا ہے۔

اب یہی سلسلہ خدا تعالیٰ، جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا، آگے خلفاء میں بھی جاری فرماتا ہے لیکن ایک فرق کے ساتھ۔ اس فرق کی وضاحت میں پہلے کر چکا ہوں۔ اب میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کرتا ہوں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ جو اس سے پہلے عادتیں تھیں یعنی احمدیت سے پہلے کی اور بچپن سے ان میں کوئی فرق نہیں آیا اور آپؓ کا علم اور حکمت کا دربار جاری تھا۔ لوگوں کو اپنی طرف کھینچنے کے لئے نہیں بلکہ لوگوں کو افادہ پہنچانے کے لئے، فائدہ پہنچانے کی غرض سے۔ جس نے چاہا آیا آ کے بیٹھ گیا۔ آپؓ نے کبھی کوئی روک نہیں ڈالی اور دن رات آپؓ کا یہی کام تھا خدمت قرآن اور بنی نوع انسان کی خدمت علم شفاء کے ذریعہ اور بسا اوقات یہ دونوں کام ساتھ ساتھ بھی جاری رہتے تھے۔ قرآن کریم کا درس ہو رہا ہے اور ساتھ ہی مریضوں کا بھی دور دورہ ہے۔ وہ بھی آتے چلے جا رہے ہیں تو جہاں درس ختم ہوا وہاں مریضوں کو دیکھنے لگ گئے۔ تو یہ جو سلسلہ ہے یہ اس غرض سے نہیں تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں جب یہ دور جاری رہا ہے اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار کے علاوہ آپؓ نے کوئی دربار لگایا ہو۔ ہرگز ایسا کبھی نہیں ہوا۔ آپؓ کے ہاں جو لوگوں کا جم غفیر ہوتا تھا وہ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ملنے والے آیا کرتے تھے ان میں سے ایک طبقہ آپؓ کے پاس بھی پہنچا کرتا تھا اور آپؓ کے پاس بیٹھ کر ان کا رخ پہلے سے زیادہ شدت اور زور کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف پھرا کرتا تھا۔ ایک بھی واقعہ آپ کو آپؓ کی زندگی میں نہیں ملے گا کہ آپؓ نے بازاروں میں یا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خطبات کے بعد یا آپؑ کے جلسوں کے بعد بازاروں میں کھڑے ہو کر اپنا دربار لگایا ہو۔ کبھی بھی ایک واقعہ آپؓ کی ساری زندگی میں آپ کو نہیں

ملے گا اور جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انتظار میں کھڑے ہوتے تھے تو حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ اس وقت اس طرح نہیں کھڑے ہوتے تھے جیسے بعد میں خلیفۃ المسیح الاولؓ بن کر کھڑے ہوئے ہیں بلکہ عام لوگوں میں سے ایک آپؓ بھی ہوا کرتے تھے۔ سب کا رخ اس طرف ہوا کرتا تھا جدھر سے مسیح موعود علیہ السلام نے نکلنا ہے اور جہاں تک آپؓ کے بیٹھنے کا انداز تھا، آپؓ حتی المقدور جوتیوں میں بیٹھا کرتے تھے اور بہت سے لوگ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قرب میں تھے وہ بہت نمایاں دکھائی دیا کرتے تھے اسی لئے کہ آپؓ کو کوئی غیر معمولی شہرت نہ حاصل ہو جائے۔ آپؓ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت سے الگ نہیں رہ سکتے تھے مگر اکثر جوتیوں میں بیٹھا کرتے تھے اور یہ واقعہ آپ نے سنا ہوگا کئی دفعہ کہ ایک پٹھان جنہوں نے اس حالت میں حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کو دیکھا ہوا تھا جب وہ قادیان پہنچے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد تو باغ میں جہاں حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ بیعت لے رہے تھے اس نے دیکھا تو حیران رہ گیا۔ اس کے منہ سے ایک بہت پیارا کلمہ نکلا جو ہمیشہ جماعت کی تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھا جائے گا۔ اس نے کہا کہ میں نے دیکھا، میں نے کہا اوہو یہ تو جوتیوں سے خلافت لے گیا یعنی مسیح موعودؑ کی جوتیوں سے اس نے خلافت اٹھالی مگر نیت نہیں تھی اس لئے جوتیوں میں نہیں بیٹھتے تھے کہ خلافت اٹھالیں وہاں سے۔ جوتیوں میں بیٹھتے تھے تو مسیح موعودؑ کے مقابل پر اپنا مقام یہ سمجھتے تھے اور اسی وقت آگے گئے ہیں جب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خود بلایا کرتے تھے۔ بسا اوقات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بعض علماء کی ضرورت پڑتی تھی اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت بلند پایہ، بہت چوٹی کے عالم تھے تو اس وقت آپؑ بلالیا کرتے تھے اور اپنے پاس بٹھالیا کرتے تھے مگر آپؓ کا خود دستور نہیں تھا۔

(انوار العلوم جلد 25 صفحہ 506، 507)

یہ جو سلسلہ ہے یہ میں نے عرض کیا تھا یہ ہمیشہ جاری رہتا ہے اور لوگ یاد رکھیں اگر انہوں نے کچھ حاصل کرنا ہے تو حاصل کرنے کی نیت سے ان کو کچھ نہیں ملے گا۔ اگر خلوت پسند کریں گے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آغاز میں دکھائی دیتی ہے، یعنی وہ نبوت والی خلوت تو ان کو نصیب ہو ہی نہیں سکتی مگر اس سے مشابہ، اس کی غلامی میں ایک خلوت کا جذبہ ان کے دل میں ہونا

چاہئے اور لوگوں کے جمگھٹے سے طبعاً طبیعت کو گھبرانا چاہئے۔ اب یہ باتیں اچھی طرح ذہن نشین کر لیں۔ میں جب اپنی بات بیان کرنے لگا ہوں تو یہ محض اس بات کو مزید کھولنے کیلئے۔ مجھے یاد ہے ربوہ میں ہمیشہ جب بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کا خطبہ ہوا کرتا تھا تو میری کوشش ہوتی تھی کہ کسی ایسی جگہ کونے میں بیٹھوں، دیوار کے ساتھ، کہ نماز ختم ہوتے ہی میں نکل سکوں اور سنتیں گھر میں ادا کیا کرتا تھا۔ اس کا مجھے یہ فائدہ پہنچا کرتا تھا کہ لوگوں کا میری طرف کسی قسم کا بھی خیال نہیں منتقل ہوتا تھا۔ کوئی ہجوم نہیں لگا، کوئی لائن نہیں لگی ورنہ جاننے والے جو میری طبّ سے فائدہ اٹھایا کرتے تھے، دوسری باتوں سے بعید نہیں تھا کہ وہ اکٹھے ہو جاتے۔ تو طبیعت میں ایسی نفرت تھی اس بات سے کہ وہاں خلیفۃ المسیح کی موجودگی میں میری کوئی الگ مجلس لگ رہی ہو کہ میں ہمیشہ نکل جایا کرتا تھا اور جب یہ مشکل ہوتی تھی تو باہر ہمیشہ جوتیوں میں نماز پڑھا کرتا تھا، پاس ہی سائیکل رکھی ہوتی تھی، نماز پڑھتے ہی بہت تیزی سے اپنے گھر واپس چلا جایا کرتا تھا۔ وہاں پہنچ کر پھر سنتیں ادا کرنے کی توفیق ملا کرتی تھی۔ تو یہ بات کہ باہر کھڑے ہو کر یا کسی مجلس میں اس کے بعد ایک جمگھٹا لگایا جائے اور انتظار کیا جائے کہ اب لوگ مصافحہ کر کر کے گزر رہے ہوں یہ مناسب نہیں ہے، یہ ایک ناپسندیدہ حرکت ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ قبول نہیں کیا کرتا اور ایسے لوگوں کو کوئی رُتبہ بھی نہیں ملا کرتا۔

یہ ایک تقدیر الٰہی ہے جس سے اگر کسی نے ٹکرانا ہے تو ٹکرا کے دیکھ لے اس کا سر ٹوٹے گا مگر اس تقدیر میں کوئی تبدیلی نہیں دیکھو گے۔ بعض دفعہ آپ دیکھتے ہوں گے جلسوں کے بعد لوگ مجلسیں لگاتے ہیں اردگرد کھڑے ہوتے ہیں مگر ان میں اور جو میں بات کر رہا ہوں ایک بڑا فرق ہے۔ ان مجلسوں میں ہر دوست ایک دوسرے کو دیکھتا ہے اور ہر ایک، ایک دوسرے کا مرکز ہوا کرتا ہے یہ تو منع نہیں ہے۔ ہر اجتماع کے بعد خواہ وہ جمعہ ہو یا دُنیا کا کوئی اور اجتماع ہو جلسہ جلوس ہو یہ آپ دیکھتے ہیں کہ لوگوں کی یہ عادت ہے کہ اکٹھے ہو کر دوست دوست سے ملتے ہیں، ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں پھر اکٹھے ہو جاتے ہیں وہاں گویا کہ مجمع بعض دفعہ بڑھنا شروع ہو جاتا ہے مگر ایک وجود کے گرد نہیں بڑھتا، وہ ایک دوسرے کے گرد بڑھتا ہے اور یہ بالکل بُری بات نہیں ہے لیکن ایک شخص ارادۃً کھڑا ہو کہ اب لائنیں لگیں اور لوگوں کی توجہ میری طرف ہو اور میں اپنے آپ کو حاضر کر رہا ہوں یہ جائز نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کسی کی نیت نیک ہو اللہ بہتر جانتا ہے، نیت نیک ہو کہ چلو کوئی کہاں ڈھونڈے گا میں

یہیں کھڑا ہو جاتا ہوں لیکن یہ تو اللہ کو علم ہے۔ اگر نیت میں یہ فتور ہو کہ اس کو مزہ آ رہا ہو اس بات میں کہ جمگھٹا لگ رہا ہے تو یہ پھر خطرناک بات ہے۔ ورنہ مزہ نہ ہو بلکہ تکلیف کے باوجود انسان لگائے ان دو چیزوں میں بھی فرق ہے۔ یہ تقویٰ کی باریک راہیں ہیں جو میں آپ پر ظاہر کرنا چاہتا ہوں ورنہ کئی دفعہ آپ یہ بھی دیکھتے ہونگے کوئی دوست کھڑے ہیں ہوسکتا ہے وہ اس نیت سے کھڑے ہوں کہ یہ میرے ملنے والے مجھے کہاں ڈھونڈیں گے اب اگرچہ مجھے جلدی ہے واپس جانے کی مگر میں مشکل برداشت کرتے ہوئے ان کی خاطر یہاں کھڑا ہو جاتا ہوں۔ اب یہ بات تو سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا مگر ایسے احباب کو کھڑا ہونے سے لوگوں کے اکٹھا ہونے سے مزہ نہیں آتا۔ اب یہ بات بھی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وہ مزہ نہیں لے رہے ہوتے وہ تکلیف محسوس کر رہے ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ جلد ان کو چھٹی ملے تو واپس آئیں اور بعض دفعہ سو کام ہوتے ہیں کسی شخص سے وہ اتفاق سے قابو آ جائے تو لوگ گھیر لیا کرتے ہیں۔

اب ہمارے ہاں بھی جو مہمان ٹھہرتے ہیں بعض باہر سے آنے والے مثلاً ڈاکٹر حامد اللہ آیا کرتے ہیں کئی دفعہ تو میں ہمیشہ ان کو کہا کرتا ہوں آپ کہاں غائب ہو جاتے ہیں کہ ہم کھانے پہ انتظار کرتے رہتے ہیں اور آپ واپس آنے کا نام ہی نہیں لیتے تو وہ مسکرا کر جیسا کہ ان کی عادت ہے کہا کرتے ہیں کہ قضاء کا معاملہ میرے سپرد ہے فلاں معاملہ میرے سپرد ہے لوگوں کو موقع مل جاتا ہے کہ اب مجھ سے جو کچھ کروانا ہے کروالیں تو اس نیت سے کھڑے ہوتے ہیں لیکن دل اوپر اٹکا ہوتا ہے کہ جلد فارغ ہوں تو میں اوپر جاؤں۔ پس یہ باتیں تو اللہ کے سوا کوئی جان ہی نہیں سکتا کہ کسی نے کیوں جمگھٹا لگوایا ہے۔ اگر رضائے باری تعالیٰ کی خاطر کوئی کھڑا ہوا ہے، بنی نوع انسان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کی خاطر کھڑا ہوا ہے، ان کے کام کرنے کی خاطر کھڑا ہوا ہے تو اس کو اس مجمع سے لطف نہیں آئے گا۔ خدمت کا لطف ایک الگ چیز ہے مگر جتنا بڑا مجمع دیکھے گا اس کو اور گھبراہٹ ہوگی کہ لو جی میں تو پھنس گیا اب مجھے نکلنے میں اور دیر لگ جائے گی تو یہ چیزیں بہت باریک ہیں اس لئے آپ بیرونی طور پر دیکھ کے فتویٰ نہیں لگا سکتے اللہ بہتر جانتا ہے۔ اور اگر نیت میں یہ فتور ہو کہ میں بڑا بن جاؤں تو اللہ اس بات کو پورا نہیں ہونے دے گا یہ قطعی بات ہے۔ نہ پہلے کبھی اس نے پورا ہونے دیا نہ آئندہ کبھی پورا ہونے دے گا۔ اور جماعت کو جو یہ تحفظ حاصل ہے یہ دُنیا میں کسی اور

جماعت کو حاصل نہیں ہے کہ اللہ اوپر سے نگرانی کر رہا ہے، دیکھ رہا ہے۔ کسی کو غلط رستے سے اوپر نہیں آنے دے گا کیونکہ اگر غلط رستوں سے اوپر آ گیا تو ساری جماعت کو نقصان پہنچے گا۔ تو بہت ہی عظیم الشان اللہ کا احسان ہے، اتنا بڑا فضل ہے کہ اس کو کبھی جماعت کو بھلانا نہیں چاہئے۔ ہم میں فتور ہوں گے ہماری نیتیں بھی خراب ہوسکتی ہیں مگر ایک دیکھنے والے کی نظر سے باہر نہیں رہیں گے۔ وہ بصیر ہے، وہ دلوں کے گہرے رازوں کو سمجھتا ہے اور دیکھ رہا ہے کہ اس جماعت میں کون سے لوگ کیا کرنا چاہتے ہیں اور بالآخران کو کسی وقت تھوڑی دیر چڑھ لینے کے بعد پھر نیچے پھینک دیتا ہے اور دُنیا حیران رہ جاتی ہے کہ ایک شخص نے اتنی ترقی کی اتنا قریب ہو گیا پھر اتار کے خدا نے نیچے پھینک دیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں بھی ایسے لوگ تھے جنہوں نے قرب میں بڑی ترقی کی یعنی اس حد تک کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حسن ظن کرتے ہوئے ان کے متعلق بہت کچھ تعریفی کلمات لکھے اور بہت ان کو خطوط لکھے اور وہ خطوط پڑھ کے یوں لگتا ہے جیسے یہ شخص تو بہت پہنچا ہوا، بہت بزرگ اور بلند انسان ہے لیکن ایسا انجام ہوا کہ وہ مرتے وقت احمدی نہ رہے بلکہ بعض ان میں سے مخالف ہو گئے۔ یہ اس لئے کہ خدا نگران ہے جیسا کہ اس وقت وہ نگران تھا ویسے اب بھی نگران ہے اور ان اونچے ہوئے لوگوں کو جب آپ گرتا ہوا دیکھتے ہیں تو بالکل تعجب نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو گراتا ہے تا کہ غلط مقامات پر وہ لوگ نہ پہنچیں جنہوں نے جماعت کی ذمہ داریاں سنبھالنی ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا سیر کا دستور تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سیر کے لئے ساتھ لے جاتے تھے تو جایا کرتے تھے۔ اور ہر ایک کا اپنا اپنا رنگ ہے بعض لوگ دوڑا کرتے تھے ساتھ کہ سیر کے لئے چلے جائیں مگر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا ایک الگ مزاج تھا اپنا درویشانہ، وہ یہ بھی پسند نہیں کرتے تھے کہ سیر میں جائیں تو لوگوں کی آپؓ کی طرف توجہ ہو کیونکہ بہت سے ہوسکتا ہے ایسے مریض ہوں یا ضرورت مند ہوں جو اس موقع سے فائدہ اٹھا کے آپؓ سے پوچھنے لگ جائیں۔ ایک ادنیٰ سی خواہش نہیں تھی کہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موجودگی میں آپؓ توجہ کا مرکز بنیں۔

اب میں سوچتا ہوں کہ وقف جدید کے زمانے میں، میں نے بھی بڑی بڑی لمبی مجلسیں لگائی ہیں، بعض دفعہ صبح سے لے کر رات تک میں مریضوں کا انتظار کرتا تھا کیونکہ دفتر کے وقت میں وقت نہیں ملا

کرتا تھا، شروع میں وقت نکال لیا کرتا تھا آخر پر پھر بالکل ممکن نہیں رہا تو لوگ تو شام کو سیروں پر چلے جایا کرتے تھے، ادھر اُدھر کھیلوں میں مصروف ہو جایا کرتے تھے اور میں وہاں دفتر میں مریضوں کا انتظار کیا کرتا تھا اور آتے بھی بہت کثرت سے تھے اور اس لئے میں نے اپنی کھیلوں کا وقت عشاء کے بعد رکھ لیا تھا۔ چنانچہ خدام الاحمدیہ کا ہال ساتھ ہی تھا وہاں بیڈمنٹن وغیرہ کھیلنے کے لئے میں عشاء کی نماز کے بعد جایا کرتا تھا حالانکہ لوگ تو شام کے وقت کھیلیں کھیلتے ہیں اور بعض دفعہ چونکہ مجھے بعد میں ضرورت پڑتی تھی احمد نگر جانے کی بھی اپنے کام دیکھنے کے لئے تو مریضوں کو بہرحال میں کچھ نہ کچھ وقت ایسا ضرور دے دیا کرتا تھا مثلاً جب میں احمد نگر باقاعدگی سے جاتا رہا تو مغرب کے معاً بعد اپنے گھر میں مریضوں کا مجمع لگا لیا کرتا تھا لیکن ایک ادنیٰ بھی شوق نہیں تھا کہ مریض میرے گرد اکٹھے ہوں۔ ایک خدا نے دل میں جذبہ پیدا کیا تھا کہ غریب لوگ باہر سے علاج نہیں کروا سکتے، ہسپتالوں یا ڈاکٹر کے پاس جانا ان کے لئے مشکل ہے اس لئے وہ بے تکلفی سے آجایا کریں۔

پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک قسم کی نگرانی کی جاتی ہے جو میں سمجھتا ہوں ابھی بھی جاری ہے۔ آپ سب لوگوں کو یہ بات پیش نظر رکھنی چاہئے کہ اگر خدا کی خاطر یا بنی نوع انسان کی خاطر کام کر رہے ہیں تو وہاں جمگھٹا کا لطف نہ اٹھائیں، جمگھٹوں کی تکلیف کے باوجود یہ کام کرتے چلے جائیں۔ آج بھی بہت سارے احمدی ہومیو پیتھ تیار ہو گئے ہیں جن کے ارد گرد بے شمار لوگ اکٹھے ہونے لگ گئے ہیں ماشاء اللہ اور خدا تعالیٰ نے ان کو ملکہ بھی بہت بڑا بخشا ہے۔ بہت ہیں مگر میں اُمید رکھتا ہوں کہ ان کا بھی یہی حال ہوگا۔ وہ چاہتے تو ہیں زیادہ سے زیادہ خدمت کریں مگر لوگوں کے اکٹھا ہونے سے کوفت بھی ہوتی ہے، گھر جانا پڑتا ہے۔ آخر کبھی کسی نے گھر جانا تو ہوتا ہے ان کی ضروریات کو بھی پورا کرنا ہوتا ہے تو جتنی دیر وہ بنی نوع انسان کی خدمت میں رہتا ہے اپنے بعض آراموں سے اس کو قطع تعلق کرنا پڑتا ہے اور یہ قطع تعلق بھی تبتّل ہی کا ایک دوسرا نام ہے۔ اس کو آپ اچھی طرح سمجھ لیں کہ تبتّل الی اللہ کا ایک یہ بھی معنی ہے۔ بعض لوگ اپنے خاندان سے، اپنے عزیز و اقرباء سے اس لئے جدا رہتے ہیں کہ ان کو باہر کی مجلسوں میں لطف آتا ہے اور ایسے بہت سے ہیں اڈے لگانے والے جن کے بیوی بچے ہمیشہ شاکی رہتے ہیں۔ بعض لوگ روتے ہوئے مجھے بھی خط لکھتے ہیں کہ ہمارے فلاں کو تو عادت ہے کہ باہر چلا جائے اور لوگ اس کے گرد اکٹھے ہوں یا وہ لوگوں کے گرد اکٹھا ہو جائے اور

اس طرح مجلسوں کا لطف آتا ہے۔ بعض مجلسیں لگانے والے ایسے ہیں جو ساری زندگی اپنی عمر ضائع اسی طرح کرتے رہے، اٹھے اور جا کے مجلس لگا لی اور رات بارہ بارہ بجے، ایک ایک بجے واپس آئے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے یہ بھی توفیق بخشی ہے کہ میں نے کبھی ایسی مجلسیں نہیں لگائیں۔ مجلسیں لگی ہوئی ہوں ان میں بیٹھ کر مجلس کا حق ادا کرنا بالکل اور بات ہے لیکن روزانہ سارا کام ختم کر کے مجلس لگانے کوئی چلا جائے مجھے تو تعجب ہوتا ہے کہ آج کل بھی جو لوگ یہ کرتے ہیں کیسے کر سکتے ہیں ان کو مزہ کیا آتا ہے۔ آتا تو ہوگا ضرور لیکن اپنے بیوی بچوں سے تبتّل کر لیتے ہیں، ان کے حقوق قربان کرتے ہیں۔ تبتّل الی اللہ کا اور مطلب ہے۔

تبتّل الی اللہ کا مطلب ہے اللہ کی خاطر تبتّل کرنا اور اللہ کی خاطر جب انسان اپنے بیوی بچوں سے جدا ہو تو وہ گنہگار نہیں ہے، مجبور ہے۔ اور پھر جب وہ واپس لوٹتا ہے پھر اس کا مزہ ہی اور ہے بالآخر اپنے گھر جب انسان پہنچتا ہے تبتّل کے بعد تو ایک اور طرح کا سکون اس کو نصیب ہوا کرتا ہے۔ تو ساری جماعت کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تبتّل کا مضمون بیان فرمایا ہے اس کو سمجھنا چاہئے۔ اپنی زندگی میں آپؑ نے جو نمونے دئے ہیں ان پر غور کرنا چاہئے اور یاد رکھنا چاہئے کہ جو تبتّل اللہ کی خاطر ہو اس میں ایک ہی لطف ہے اور جو دُنیا کی خاطر ہو اس میں بھی ایک اور ہی لطف ہے اس کا لطف ایسا ہے جو اپنے اہل وعیال کی قربانی چاہتا ہے۔ قربانی نہیں کہنا چاہئے اہل وعیال کو ہلاک کرنے پر منتج ہوا کرتا ہے۔ نہ انسان ان کی تربیت کر سکتا ہے نہ ان کی ذمہ داریاں ادا کر سکتا ہے نہ انہیں لطف نصیب ہو سکتا ہے اکٹھے ہونے کا اور مجلسوں میں اپنی زندگیاں ضائع کر دی جاتی ہیں۔ تو تبتّل، تبتّل ہی ہے مگر الگ الگ نیتوں کے ساتھ تبتّل ہوا کرتا ہے۔ جس کی نیت میں اللہ کی طرف تبتّل ہو وہ سب سے الگ ہو کر پھر بھی اپنوں کا رہتا ہے اور اللہ ان کے ملاپ کو پھر ایک غیر معمولی لذت بخشا کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو یہی لذت ملا کرتی تھی جب سب کاموں سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم جدا ہو کر آخر بستر استراحت پر لیٹا کرتے تھے تو وہ لذت ہی اور ہے جو اللہ کی خاطر جدائی اور پھر اللہ کی خاطر ملنے میں آیا کرتی ہے۔ تو آپ یعنی جماعت احمدیہ کو چاہئے کہ ان سارے امور میں خاص طور پر متوجہ ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے باقی اقتباسات کا میرا خیال ہے اب پڑھنے کا وقت نہیں رہا اس لئے میں اب خطبہ کو یہیں ختم کرتا ہوں۔ ایک صرف چھوٹا اقتباس ہے جو میں اس باقی وقت میں پڑھ سکتا ہوں۔ فرمایا:

"اللہ تعالیٰ سے تعلق کے لئے ایک محویت کی ضرورت ہے۔ہم بار بار اپنی جماعت کو اس پر قائم ہونے کے لئے کہتے ہیں کیونکہ جب تک دُنیا کی طرف سے انقطاع اور اس کی محبت دلوں سے ٹھنڈی ہو کر اللہ تعالیٰ کے لئے فطرتوں میں طبعی جوش اور محویت پیدا نہیں ہوتی اس وقت تک ثبات میسر نہیں آسکتا۔"

(البدر جلد 3 نمبر 32 صفحہ:3، 24 اگست 1904ء)

یہاں جو لفظ ثبات ہے جس کی ہمیں تلاش ہے، جس کی ہمیں ضرورت ہے وہ ثبات حاصل کرنے کا گر بیان فرما دیا ہے۔خدا کی خاطر جو دُنیا سے انسان الگ ہوتا ہے اگر دُنیا کا پیار ساتھ جاری رہے اور محنت اور کوشش سے وہ علیحدگی برداشت کرے تو یہ خدا خوفی تو ہے بہر حال، اس کا ایک ثواب تو ہے لیکن اس کے نتیجہ میں ثبات نہیں مل سکتا۔اگر دل اللہ کی طرف اٹکا رہے اور دُنیا سے تعلق محض اس لئے ہو کہ اللہ چاہتا ہے کہ بنی نوع انسان سے بھی تعلق رکھا جائے تو جہاں دل اٹکا رہتا ہے وہاں ثبات ملتا ہے۔ثبات کہتے ہیں مضبوط قدم جن کے پھسلنے کی پھر کوئی گنجائش باقی نہ رہے تو ثبات کا راز ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمایا ہے کہ آخر جب آپ خدا کی طرف لوٹیں گے، محویت ہوگی تو اصل مزہ وہاں آئے گا۔اگر اصل مزہ باہر تھا تو وہ مزہ توڑ کر خدا کی خاطر آئیں گے تو نیکی تو ہے مگر ثبات نہیں کیونکہ خطرہ رہے گا عمر بھر کہ دُنیا کی لذتیں کسی وقت کھینچ ہی لیں آپ کو اور پھر آپ ان میں گم ہو جائیں۔تو میں اُمید رکھتا ہوں کہ جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ثبات قدم کے لئے محویت کا عالم طاری کرنے کی کوشش کرے گی،محویت اپنانے کی کوشش کرے گی اور یہ بھی ایسا معاملہ ہے جو دعاؤں کے ساتھ ہوتا ہے۔

اس سلسلہ میں جو دعا اللہ تعالیٰ نے ہمیں سکھائی ہے وہ یہ ہے رَبَّنَآ اَفۡرِغۡ عَلَيۡنَا صَبۡرًا وَّ ثَبِّتۡ اَقۡدَامَنَا وَ انۡصُرۡنَا عَلَى الۡقَوۡمِ الۡكٰفِرِيۡنَ۔(البقرۃ:251) رَبَّنَآ اَفۡرِغۡ عَلَيۡنَا صَبۡرًا۔ اَفۡرِغۡ کا معنی قرآن کریم کے ترجمے کے سلسلے میں غور کر کے دیکھ رہے تھے،مختلف لغات اٹھا کے دیکھیں تو اَفۡرِغۡ کا اصل معنی ہے انڈیلنا، جیسے بالٹیاں بھر بھر کے ڈالی جائیں کسی چیز پر۔تو رَبَّنَآ اَفۡرِغۡ عَلَيۡنَا صَبۡرًا کیسی عظیم دعا ہے کہ اے اللہ! صبر بالٹیاں بھر بھر کے ہمارے اندر انڈیل کیوں کہ صبر ایک دقّت طلب چیز ہے۔صبر میں ایک دقّت بھی ہے جب تک خدا کی طرف سے انڈیلا نہ جائے اس وقت

تک انسان کو صبر نصیب نہیں ہو سکتا اور جب خدا صبر انڈیل دے تو پھر اس کا طبعی نتیجہ یہ ہے کہ وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا اس کے نتیجہ میں ہمارے پاؤں کو ثبات عطا فرما، دائمی مضبوطی دے کہ ہم اپنے مؤقف سے کبھی بھی نہ ہٹیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین